عربی ڈرامہ نگاری: عہد بہ عہد

ڈاکٹر محمد اکرم السلام اعظمی

اسسٹینٹ پروفیسر شعبۂ عربی، یونیورسٹی آف دہلی

تلخیص: جدید عربی نثر میں متعدد اصناف پر عرب اہل قلم اُدباء نے طبع آزمائی کی ہے۔ بلاشبہ موجودہ نثر نگاروں میں ایسے صاحب قلم بھی موجود ہیں جنھوں نے قدیم اصناف نثر پر بھی اپنا زور قلم صرف کیا ہے تاہم جن نئی اور تازہ اصناف نثر کو اس دور میں برتا گیا ہے اور جو خالص عہد جدید کی مرہون منت ہیں؛ ان میں مقالہ، قصہ، ناول اور ڈرامہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس مضمون کے اندر عربی صنف ڈرامہ کو موجوضوع بحث بنایا گیا ہے، اور اس کے تاریخی ارتقا کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے اہم مراحل اور نمایاں گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: ادب، ڈرامہ، عربی، نثر، صنف، منظوم، توفیق، شوقی، ونوس]

تفریح اور لطف اندوزی کی غرض سے زبان وبیان یا حرکاتِ بدن کے ذریعہ یا بہ یک وقت دونوں کے ہی ذریعہ کسی مخصوص متن اور نص کے حوالے سے کسی متعین جگہ اور وقت کے اندر مشاہدین اور اداکاروں کے درمیان انجام پانے والے بامقصد انٹر ایکشن کو 'ڈرامہ' کہتے ہیں۔ ڈرامے کے لیے عربی زبان میں لفظ 'مسرحیۃ' استعمال ہوتا ہے۔

ڈرامہ نثر اور نظم دونوں میں ترتیب دیا جاتا ہے اور عربی ڈراموں میں بھی ڈرامے کی یہ تقسیم بہ دستور باقی، قائم اور جاری وساری ہے؛ چنانچہ ایک ہے نثری ڈرامہ (مسرحیۃ نثریۃ) دوسرا ہے شعری ڈرامہ، منظوم ڈرامہ (مسرحیۃ شعریۃ)۔ اسی طرح ڈرامے کی ایک اور تقسیم مضمون اور مشتملات کے اعتبار سے بھی کی جاتی ہے جو درج ذیل ہے:

۱. ٹریجڈی ڈرامہ (مسرحیۃ المأساۃ / مسرحیۃ مأساویۃ): جس ڈرامے کے اندر مشکلات ومصائب، دکھوں اور پریشانیوں سے عبارت امور و مسائل کو بیان کیا جاتا ہے اور جو اندوہ ناک واقعات، غم انگیز مناظر اور پریشان کن کرداروں پر مشتمل ہوتا ہے، اسے ٹریجڈی ڈرامہ کہتے ہیں۔

۲. کومیڈی ڈرامہ (مسرحیۃ ملھاویۃ / مسرحیۃ الملھاۃ): ڈرامے کی وہ قسم ہے جس میں مختلف امور ومسائل کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ہنسی وظرافت کے ماحول میں سماجی وذاتی مسائل پر تبصرے ہوسکیں اور ان کی خرابیوں کو ناظرین وسامعین تک منتقل کیا جاسکے۔

ڈرامے کے کچھ بنیادی اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ واقعہ اور حادثہ، ۲۔ اشخاص، ۳۔ فکر وخیال، ۴۔ آویزش وپیکار، ۵۔ مکالمہ اور گفتگو ۶۔ ساخت (جس میں موضوع، وقت اور جگہ کی تحدید وتعین میں یکسانیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔)

عربی ڈرامہ اپنے آغاز ۱۸۴۷ سے اپنی مکمل صورت گری ۱۹۱۷ تک کے درمیان چار مراحل سے گزرا ہے:

۱. پہلا مرحلہ: یہ مرحلہ انفرادی کوششوں کا مرہونِ منت ہے، جس میں مارون نقاش کا نام بہت نمایاں ہے۔

۲. دوسرا مرحلہ: اس مرحلے میں عربی ڈرامہ مغربی ڈراموں سے نقل وترجمہ سے معنون ہے۔

۳. تیسرا مرحلہ: اس مرحلے میں عربی قومیت اور وطنیت کے جذبات اور عرب تاریخ سے عبارت ڈرامے سامنے آئے۔

۴. چوتھا مرحلہ: اس میں اصل فنی اور حقیقی ڈرامے لکھے گئے نیز ڈراموں میں معاشرتی مسائل کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

عربی زبان وادب میں فن ڈرامہ کب ظہور پزیر ہوا؟ اور کیا یہ فن زمانۂ قدیم سے عربی اور عربوں میں موجود تھا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات عرب ادبا اور مورخین کے یہاں الگ الگ ہیں چنانچہ مشہور عرب محقق عمر الدسوقی کا خیال ہے کہ:" عربی ڈرامے کا ظہور عربوں کے یہاں پہلے سے موجود کسی پرانے فن کی بازیافت نہیں ہے بلکہ دراصل یہ فن سر تا سر جدید عربی عہد کا زائیدہ و پروردہ ہے اور عربوں کے یہاں یہ فن مغرب سے درآمد شدہ ہے۔" اس رائے کے حاملین کا ماننا ہے کہ انیسویں صدی کے نصف سے پہلے عرب دنیا اس فن سے بے بہرہ تھی اور عربی ادب اس صنفِ ادب سے یکسر خالی تھا جبکہ عرب ادبا اور مورخین کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہ صرف موجودہ ڈرامے کی بنیادیں عربی زبان میں اور عربوں کے یہاں بہت پہلے سے موجود چلی آ رہی تھیں بلکہ خود دوسروں نے اس فن کو عربوں سے ہی حاصل کیا تھا اور بعد میں اسے اپنا بنا کر پیش کیا چنانچہ استاذ کمال الدین کا خیال ہے کہ:

" عربی میراث ہی دنیا کی باقی تمام تہذیبوں کی اصل بنیاد ہے اور دنیا میں پائے جانے والے تمام علمی سرمائے اسی عرب میراث کے مرہون منت ہیں اور افسوس یہ ہوتا ہے کہ اہل یورپ نے اس میراث کو اپنایا اور اسے اپنا بنا کر پیش کر دیا اور اب ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ دولت ہماری نہیں کسی اور کی ہے۔"

وہ مزید کہتے ہیں:

" عربی ادب ایسی تمثیلی حکایتوں سے بھرا پڑا ہے جو حقیقت بھی ہیں اور فسانہ بھی۔ یہ چرند و پرند کی زبانوں سے بھی جاری وساری ہیں اور ان کا تعلق انسانی کرداروں سے بھی ہے۔ یہ اس قابل ہیں کہ کسی مکمل ڈرامے کا روپ اختیار کر سکیں کیونکہ ان میں واقعات و حادثات بھی ہیں اور مکالماتی زبان و انداز بھی؛ جو کسی بھی ڈرامے کے بنیادی لوازمہ مہوا کرتے ہیں۔ (العرب والمسرح)

عربی زبان و ادب میں فن ڈرامہ کے وجود اور ارتقا کے حوالے سے ان دو متضاد خیالات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ایک بزرگ عرب محقق و ناقد ڈاکٹر جمیل نصیف تکریتی کا ماننا ہے کہ جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ انیسویں صدی کے وسط سے پہلے بھی بلکہ اس سے صدیوں پہلے ڈرامہ عربی زبان اور عرب معاشرے میں موجود تھا؛ ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ صدیوں سے موجود ڈرامہ کی بنیادیں استوار ہو کر کیوں نہ باضابطہ ڈرامہ بن گئیں؟ پھر کیوں نہیں ڈرامے کی بے شمار عربی تخلیقات سے دنیا بہرہ ور ہوئی اور آخر کیوں انیسویں صدی کے ڈرامہ 'البخیل' کو اولین عربی ڈرامہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

بہر حال بیشتر محققین پہلی رائے کے ہی قائل ہیں اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جدید عرب انقلاب یا عربی نشأۃ ثانیہ کے ظہور کے ساتھ ہی انیسویں صدی کے اندر یہ صنفِ ادب عربی زبان میں یوروپ اور مغرب سے درآمد کی گئی اور ترجمہ کے راستے سے تخلیق تک پہنچی۔ خود نامور مصنف ڈاکٹر محمد مندور کا بھی یہی خیال ہے۔

لبنان اور شام کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ ادب کی اس جدید صنف کی بنیاد گزاری کا سہرا اسی کے سپوتوں کے سر جاتا ہے چنانچہ ادبا اور مورخین کا تقریباً متفقہ خیال ہے کہ لبنانی ادیب اور فن کار مارون نقاش (۱۸۱۷-۱۸۵۵) کا ترتیب دیا ہوا ۱۸۴۷ کا ڈرامہ 'البخیل' عربی زبان وادب میں ڈرامہ نگاری کا نقش اول ہے۔

مارون نقاش علم وفن اور زبان وادب کا دل دادہ تھا۔ خود اس کے اپنے بھائی نقولا نقاش (۱۸۲۵-۱۸۹۴) کا بیان ہے کہ: ''مارون عربی زبان وادب اور فن موسیقی کا ماہر تو تھا ہی؛ اسے ترکی، اطالوی اور فرانسیسی زبانوں کا بھی علم تھا۔'' اسے سیر وسیاحت کا بھی شوق تھا چنانچہ پہلے تو اس نے اسکندریہ اور قاہرہ وغیرہ کا سفر کیا پھر اسے اٹلی جانے کا موقع ملا جہاں پر دوران قیام اس نے بہت سے ڈرامے، ان کے پلے اور اوبرا کو اسٹیج ہوتے دیکھا اور ان کی بے پناہ تاثیر اور مقبولیت کا معترف ہوا۔ اس مشاہدے نے مارون کی فطری استعداد کو مہمیز لگایا اور پھر اس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک بلند ادبی ذوق کا مظاہرہ کیا اور عربی زبان کا پہلا باقاعدہ ڈرامہ ترتیب دیا جسے دنیا 'البخیل' کے نام سے جانتی ہے۔ البخیل کو خود مارون نے بیروت میں اپنے گھر پر اسٹیج کیا۔ عربی کے اس اولین ڈرامے کے تخلیق کار مارون کے یہاں کتنی ادبی بالیدگی اور فنی پختگی تھی اور اسے اپنی کاوش اور فن پر کتنا اعتماد تھا، اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ اس ڈرامے کے مشاہدین میں بیروت شہر کے عمائدین موجود تھے۔ خود عثمانی سلطنت کا بیروت میں مقیم نمائندہ اور دوسرے ممالک کے ڈپلومیٹس وہاں حاضر تھے اور انھیں اس اولین عربی ڈرامے کے اولین مشاہد ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

مارون نقاش نے البخیل کے علاوہ دو اور ڈرامے 'أبو الحسن المغفل' اور 'السليط الحسود' بھی ادبی دنیا کو دیے ہیں۔ 'أبو الحسن المغفل' کو 'ہارون الرشید' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ مارون نقاش کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے خود اپنے خانوادے میں ڈرامے کے فن کی باضابطہ تعلیم وتربیت کا بھی انتظام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے برادر حقیقی نقولا نقاش اور بھتیجے سلیم نقاش کے نام اس طور پر معروف ہیں کہ ان لوگوں نے اس صنف ادب میں مارون کی شاگردی اختیار کی اور بعد میں اس کے علمی ورثہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ سلیم نقاش نے عربی ڈرامے کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک طرف تو اس کے مشتملات کو دل چسپ بنایا اور اس غرض کے لیے اس نے اپنی ایک تخلیق میں شعر، نثر اور نغموں کو ایک ساتھ جگہ دی کہ شعر اونچے طبقے کے لوگوں میں مقبول ہے جبکہ نثر عام فہم چیز ہے اور نغمے لوگوں میں کیف ومستی اور دل چسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح سلیم نقاش نے پہلی بار باضابطہ ڈرامے کی ایک ٹیم تشکیل دی جس نے نہ صرف لبنان وشام میں ڈرامے دکھائے بلکہ سلیم کی قیادت میں یہ ٹیم مصر کے شہروں میں بھی گئی اور وہاں اپنے ڈرامے اسٹیج کیے۔ عربی ڈرامے کے میدان میں یہ وہ گوئے سبقت ہے جو مارون کے بھتیجے اور شاگرد سلیم نقاش کو حاصل ہوئی۔

عربی کے پہلے باضابطہ ڈرامہ 'البخیل' کے حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بالعموم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مارون کی طبع زاد تخلیق نہیں بلکہ ترجمہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ ایک طبع زاد تخلیق ہے جس میں قلم کار کے گزشتہ تجربات اور اٹلی کے ڈراموں کے اس پر پڑنے والے اثرات کا عکس تو ضرور ہے اور اس میں مشہور ڈرامہ نگار مولیر کا تتبع بھی ہے لیکن وہ اس کے کسی ڈرامے کا عربی نقش نہیں ہے جیسا کہ غلطی سے یہ خیال مقبول عام وخاص ہے یہاں تک کہ 'الفن المسرحي في الأدب العربي الحديث' کے مصنف محمود حامد اور فن ڈرامہ کی ایک اور کتاب 'الاسلام والمسرح' کے مصنف محمد عزیزۃ نے اپنی کتابوں میں اسے نقل بھی کر دیا ہے؛ جس کی تردید کرتے ہوئے استاذ تکریتی نے یہ صراحت کی ہے کہ:

''اس باب میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ مارون کی تخلیق 'البخیل' الف سے یائی تک طبع زاد کتاب ہے نہ وہ کسی کا سرقہ ہے نہ ہی ترجمہ۔'' (المسرح العربي: ريادة وتأسيس)

مارون نقاش لبنانی کے بعد عربی ڈرامہ نگاری کے بنیاد گزاروں میں دوسرا نام شام کے أحمد أبو خلیل القبانی (۱۸۳۳-۱۹۰۳) کا ہے۔ انھیں شام میں جدید ڈرامے کا بانی کہا جاتا ہے کیونکہ ان سے پہلے شام کے اندر اس صنف ادب کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ قبانی دراصل ترکی النسل تھے، قونیہ کے رہنے والے اس خاندان سے ان کا تعلق تھا جس نے دمشق کو اپنا وطنِ ثانی بنا لیا تھا۔ قبانی کی تعلیم وتربیت دمشق میں ہوئی۔ پھر انھوں نے بہ طور روزگار کے وزن و

میزان، کا کام شروع کیا یعنی دمشق کے ایک مشہور علاقے میں دھرم کانٹا نصب کیا اور اسی پیشے کو اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں قبانی کہا جاتا ہے کیونکہ قبان کے معنی (Steel yard) بڑے ترازو کے ہوتے ہیں۔ اسی دوران میں ان کا میلان موسیقی اور گانوں کی طرف ہوا اور اس فن کو انھوں نے باضابطہ اساتذۂ فن سے حاصل کیا اور اسی حوالے سے لوگوں میں معروف بھی ہو گئے۔

قبانی نے ۱۸۷۸ سے ۱۸۸۴ کے درمیان ڈرامے کے میدان میں کام کیا۔ احمد ابو خلیل قبانی خود ہی ڈرامے لکھتا، ان کے لیے گانے ترتیب دیتا اور پھر انھیں اسٹیج کرتا۔ اس کی اہم تخلیقات میں محمود نجل شاہ العجم، ناکر الجمیل، عنترہ، اَسد الترعۃ اور کسریٰ انوشروان' بہت مشہور ہیں۔

عربی ڈرامے کے بنیاد گزاروں میں ابو خلیل قبانی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے عربی ادب کے اس نوزائیدہ فن کو اس کے جملہ تلازموں سے آراستہ کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس نے موسیقی اور نغمہ کے ساتھ رقص کو بھی ڈرامے کا حصہ بنایا اور خود اپنی تخلیقات کے لیے موزوں گانے ترتیب دے اور موافق سازا یجاد کیے۔

عربی ڈرامے کے بالکل ابتدائی فن کاروں میں ایک تیسرا نام مصر کے یعقوب صنوع (۱۸۳۹-۱۹۱۲) کا ہے، اسے ابو نظارہ کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ نسلاً وہ ایک یہودی تھا جس کی پیدائش ۱۸۳۹ میں مصر میں ہوئی۔ اس نے فن ڈرامہ کو یوروپ سے مصر تک پہنچایا اور مصر کا مولیر کہلایا۔ یعقوب صنوع نے بہت سے ڈرامے طبع زاد لکھے، کچھ دوسری زبانوں سے عربی میں ترجمے کیے اور انھیں عربی ادب کا حصہ بنایا۔

یعقوب صنوع کے ڈراموں میں ہمیں درج ذیل امتیازات دیکھنے کو ملتے ہیں جن کی بہ دولت وہ مذکورِ بالا پہلے دونوں بنیاد گزاروں مارون نقاش اور ابو خلیل قبانی سے منفرد و ممیز نظر آتا ہے:

یعقوب صنوع کے ڈراموں میں پہلی بار اصل عربی ڈرامہ نویسی کا فن دیکھنے کو ملتا ہے اور اسی نے سب سے پہلے اپنے ڈراموں میں عربی علامتوں اور خصوصیتوں کو برتا ہے۔

۱. اس نے معاشرتی رجحانات کو اپنے ڈراموں کا موضوع بنایا بالخصوص شادی بیاہ کی رسوم و روایات کو اپنی تخلیقات میں اس نے اجاگر کیا ہے۔
۲. اس نے نظری اور عملی دونوں سطح پر اس بات کی کام یاب کوشش کی ہے کہ قدیم و جدید کے جھگڑوں میں الجھے بغیر دونوں کی اچھائیوں اور خوبیوں کو اپنایا جائے اور خرابیوں سے دامن کش رہا جائے۔
۳. ڈرامے کو اس نے زندگی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی اور سماجی زندگی کی اصلاح کے لیے ڈرامے کو ایک مؤثر ذریعہ بنایا۔

مجموعی طور پر عربی ڈرامہ نگاری کی پوری تاریخ میں توفیق الحکیم کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ چنان چہ مضمون و مواد اور مختلف النوع جہات کے اعتبار سے عربی کا سب سے بڑا ڈرامہ نگار اسے ہی شمار کیا جاتا ہے۔ ڈرامے کی تکنیک اور فن کی نزاکتوں کو برتنے میں اسے تمام معاصرین بلکہ تمام عرب مزاولینِ فن پر یک گونہ سبقت حاصل ہے۔ توفیق نے اس فن کے جملہ گوشوں اور خصوصیات کو اپنی تخلیقات میں سمویا ہے؛ چنانچہ اس نے تاریخی، معاشرتی، ذہنی و فکری اور روایتی، ہر طرح کے ڈرامے لکھے ہیں۔

تھیٹر اور ڈرامے سے توفیق الحکیم کی دل چسپیاں گرچہ عنفوان شباب سے ہی تھیں لیکن فرانس کے علمی سفر نے مکمل فن کار بننے کا انھیں سلیقہ اور ہنر عطا کر دیا، جہاں بہت قریب سے اس طرح کی سرگرمیوں کو دیکھنے اور سیکھنے کا انھیں بہ راہ راست ایک سنہری موقع ہاتھ آیا تھا۔ توفیق کو ان کے ادبی کارناموں پر عربی جمہوریۂ مصر کے اس وقت کے صدر جمال عبد الناصر نے 'تمغۂ جمہوریت' عطا کیا تھا۔ اس کے علاوہ ادب و لٹریچر میں اسے اس طرح کے اور بھی ملکی انعامات سے سرفراز کیا گیا۔ مزید برآں توفیق الحکیم کو علوم و فنون کے سب سے بلند مرتبہ تمغے سے بھی نوازا گیا۔

عربی زبان میں توفیق الحکیم کے علاوہ محمود تیمور کے ڈرامے بھی اپنی جگہ مسلم ہیں اور پزیرائی کے قابل ہیں بالخصوص اس کے ڈرامے صقر قریش، ابو شوشتہ، الیوم خمر اور قطط وفئران قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مصر کے دیگر ڈرامہ نویسوں میں سعد الدین وہبۃ، محمود دیاب، یوسف ادریس اور علی سالم کے نام لیے جاسکتے ہیں اور اپنی تاریخی ڈرامہ نگاری کے حوالے سے ان تمام میں احمد باکثیر بہت ممتاز ہیں۔

شام میں ڈرامہ نگاری میں نہایت معتبر نام سعد اللہ ونوس کا ہے ان کے علاوہ علی عقلہ، مصطفی حلاج، احمد یوسف داؤد، فرحان بلبل، ریاض عصمت، الیاس زحلاوی اور عبد الفتاح قلعہ جی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

سعد اللہ ونوس عربی ڈرامہ نگاری میں منفرد و ممتاز حیثیت کا مالک ہے؛ بلکہ جدید عربی ڈرامے کا اسے روح رواں تسلیم کیا جاتا ہے۔ ونوس نے ڈراموں کے علاوہ بعض افسانے اور ناول بھی لکھے ہیں۔ اسی طرح کچھ تنقیدی مضامین بھی اس کے مطبوعہ ہیں، لیکن اس کی اصل جولان گاہ ڈرامہ نگاری تھی۔ کم وبیش دو درجن ڈرامے ونوس کی نگارشات کا حصہ ہیں۔ ونوس کی مکمل نگارشات کو دار الآداب بیروت نے ۱۹۹۶ مین تین جلدوں کے اندر شائع کر دیا ہے۔ اس کے ڈراموں کو ہم تین خانوں تسجیلی، ملحمی اور تاریخی ڈراموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

عراق کے مشہور ڈرامہ نویسوں میں یوسف العانی، نورالدین فارس اور عادل کاظم کے نام لیے جاسکتے ہیں، جبکہ لبنان سے میخائیل نعیمہ کے علاوہ روجیہ عساف اور کچھ دوسرے ڈرامہ نگار قابل ذکر ہیں۔ لیبیا میں عبد اللہ قویری، مھدی أبو قرین کے علاوہ عبد الکریم خلیفہ الدناع کے نام معروف ہیں۔ تونس کے اندر خلیفہ الطنبولی اور عزالدین المدنی قابل ذکر ہیں جبکہ الجزائر میں کاتب یاسین، محمد بوضیاولد عبد الرحمن بن کاکی، عبد القادر علولہ اور سلیمان بن عیسی زیادہ معروف ہیں۔ اسی طرح مغرب میں احمد طیب علج، عبد القادر بدوی، مصطفی قومی، عبد الہادی بوزوبلع، طیب صدیقی اور عبد الکریم برشید زیادہ مشہور ہیں۔

جزیرہ نمائے عرب میں ڈرامے کی تحریک کویت کے معھد الفنون المسرحیۃ کی بہ دولت شروع ہوئی۔ اس ادارے کے پہلے سربراہ اور جدید عربی ڈرامہ نگاری کے ایک سالار زکی طلیمات تھے۔ کویت میں ایک دوسرا نام صقر الرشود کا ہے، امارات میں عبد الرحمن المناعی کا نام اس حوالے سے خاصا مشہور ہے۔

عربی ادب میں ڈرامہ نویسی محض نثر تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ نثری ڈراموں کے ساتھ عہد جدید میں ہمیں منظوم ڈرامے بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ عربی میں منظوم ڈرامہ نگاری کی بنا دور جدید کے عظیم عربی شاعر اور ادیب احمد شوقی نے ڈالی، جنھیں عالم عرب نے ۱۹۲۷ میں بالاتفاق 'امیر الشعرا' کے پر شکوہ لقب سے سرفراز کیا تھا۔ گویا احمد شوقی کو عربی ڈرامہ نویسی میں گوے سبقت حاصل ہے؛ اسی نے عربی زبان وادب کو سب سے پہلے باضابطہ طور پر منظوم ڈراموں سے روشناس اور متعارف کرایا۔

شوقی نے منظوم عربی ڈراموں کے ساتھ ایک نثری ڈرامہ بھی سپرد قرطاس کیا ہے، جسے دنیاے ادب 'أمیرۃ الأندلس' کے نام سے جانتی ہے۔ یہ نثری ڈرامہ اپنی پر شکوہ تراکیب، زبردست تعبیرات اور بلاغت وفصاحت سے لبریز الفاظ وجمل کی بہ دولت اپنی مثال آپ ہے۔ نثر میں شوقی نے کئی ناول بھی لکھے اور متعدد مقالات بھی اس کی پختہ نگاری کے شاہد ہیں۔ شوقی کے کل نو ڈرامے اس کی باقی تمام نگارشات کے ساتھ ایک مجموعے کی شکل میں 'أسواق الذھب' کے نام سے قارئین کے لیے بازار میں اب بہ آسانی دست یاب ہے۔

***